OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴿Journal of Islamic Studies﴾
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:1, Issue: 2, July - Dec 2020
DOI:10.51665/al-duhaa.001.02.0025 , PP:53-72

شرائع سابقہ اور وضعی قوانین کی موجودگی میں اسلام کی ضرورت وافادیت اور امتیازات

The Need, Blessings and Exclellence of Islamic law in the presence of former Shariahs and Statutory Laws

Published: 28-12-2020
Accepted: 26-11-2020
Received: 25-10-2020

Saleem Nawaz
Head, Islamic Studies Department
Army Burn Hall College for Boys Abbottabad
Email: saleem.scholar@gmail.com

Muhammad Ajmal Khan
Lecturer in Islamic studies
Army Burn Hall College for Boys Abbottabad
Email: ajmal13101@gmail.com

Abstract

Humans are a social being, social beneficiary and society oriented. They are in need of such a law that can harmonize temporal and spiritual aspects of their lives; protect their honour, lives and property; declare rights and duties of every individual to organize social life with mutual trust, cooperation and sence of sacrifice; and make individuals morally sound enough to make positive contributions in cultivation of virtues and eradication of evils in order to develop an ideal and a balanced society. This article has been written to trace out among the three contemporary laws (former shariahs, statutory law and Islamic law) which one has the capability to fulfill and satisfy the above mentioned demands of human beings at large. This article aslo finds out the limitations and lacks of former shariahs and statutory law; and explores that only Islamic law can address and resolve all existing problems, newly born issues and the challenges of rapidly varying time and age. An analytical and comparative study of former shariahs, statutory law and Islamic law led to the conclusion that only Islamic law has the capability to address all problems and issues of modern age, what human beings face in varying situations and circumstances with the passage of time; and It also gives comprehensive solutions to these issues, as the humanity is the pivot of Islam law.

Keywords *Mankind, Law, Former Shariahs, Statutory law, Islamic law*

CC BY

تمہید:

انسان مدنی الطبع ہے۔ معاشرتی نظام کو منظم اور مربوط انداز میں چلانے اور معاشرے میں اجتماعی نظم کو برقرار رکھنے کے لئے ایک ایسے قانون کی ضرورت محسوس کرتے ہیں ۔جو انسان کے مادی اور روحانی دونوں پہلوؤں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرسکے، ہر انسان کی جان، مال اور عفت کی حفاظت کرسکے، ان کے حقوق وفرائض کا تعین باہمی اعتماد، تعاون اور جذبہ ایثار کی بنیاد پر کرسکے، ہر انسان کو ذہنی اور اخلاقی طور پر امادہ کرسکے کہ وہ معاشرے میں نیکیوں اور اچھائیوں کے فروغ اور برائیوں کے سد باب کے لئے مثبت کردار ادا کرسکے۔ اور معاشرے کو ظلم، ناانصافی، حق تلفی، مایوسی، بغض، عداوت، فساد، انتشار اور انارکی سے پاک کرکے امن کا گہوارہ بناسکے۔ مقالہ ہذامیں اس سوال کا جواب مطلوب ہے کہ قوانین ثلاثہ (شرائع سابقہ، وضعی قوانین اور اسلامی قانون) میں سے کونسا قانون بنی نوع انسان کے مذکورہ بالا مطلوبہ اہداف ومقاصد کے حصول کی صلاحیت رکھتاہے۔ شرائع سابقہ اور وضعی قوانین میں کیا فقدان ہے کہ وہ تغیر پذیر دنیا کا ساتھ نہیں دے سکتے؟ اور کن دلائل کی بنیاد پر یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ صرف اسلامی قانون ہی تمام موجودہ مسائل، نوزائیدہ مسائل اور بدلتے وقت اور زمانے کے درپیش چیلنجز کا حل پیش کرسکتا ہے؟ مذکورہ قوانین کا تجزیاتی وتقابلی مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ صرف اسلامی قانون انسان کے تمام مسائل کا حل پیش کرسکتا ہے اور تغیر پذیر حالات وزمانہ کا ساتھ دے سکتا ہے۔ جبکہ شرائع سابقہ اور وضعی قوانین نوزائیدہ مسائل کو حل کرنے اور بدلتے حالات اور زمانہ کا ساتھ دینے سے قاصر ہیں۔ مقالہ ہذا میں مذکورہ تینوں قوانین کا تقابلی مطالعہ کیا گیا؛ شرائع سابقہ اور وضعی قوانین کی موجودگی میں اسلام کی ضرورت، افادیت اور امتیازات کی وضاحت کی گئی ہے۔

شریعت، شرائع سابقہ اور قانون کے مفاہیم

شریعت کی تعریف:

"الشرع: ما شرع الله لعباده من الاحكام التى جاء بهانبى من الانبياء"[1]

"بندوں کے لئے مقرر کردہ وہ احکام جن کو انبیاء کرام میں سے کوئی بھی نبی لائے ہوں، شریعت کہلاتی ہیں"۔

شریعت محمدی ﷺ کی تعریف:

ڈاکٹر محمد سعد ایوبی نے شریعت محمدی ﷺ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہیں۔

"هى ما سنه الله لعباده من الاحكام عن طريق نبينا محمدصلى الله عليه وسلم و جعلها خاتمة لرسالاته "[2]

"شریعت محمدیہ سے مراد احکام کا وہ مجموعہ ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد ﷺ کی وساطت سے بندوں کے لئے مقرر کیا ہے اور اس کو تمام رسالتوں اور شریعتوں کے لئے خاتم قرار دیا ہے"۔

نصر فرید واصل لکھتے ہیں۔

"مجموعة الاحكام التى سنها الله للناس جميعا على لسان رسوله محمدصلى الله عليه وسلم فى الكتاب والسنة "[3]

"اسلامی شریعت ان احکام کے مجموعے کا نام ہے جنہیں اللہ تعالی نے تمام لوگوں کے لئے اپنے رسول محمد ﷺ کی زبان اقدس سے کتاب وسنت کی شکل میں جاری فرمایا ہے"۔

مندرجہ بالا تعریفات سے واضح ہوا کہ شریعت سے مراد وہ احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے توسط سے ہر دور میں اپنے بندوں کی رہنمائی اور ان کے رشد وہدایت کے لئے دستور حیات وضابطہ حیات کے طور پر اتارا۔ آخری

نبی حضرت محمد ﷺ کی بعثت پر نبوت مکمل ہوئی؛ سلسلہ نبوت پر مہر لگادی گئ؛ پچھلی شریعتیں منسوخ ہو گئیں، اب قیامت تک آپؐ کی شریعت تمام انسانوں کے لئے آخری، دائمی اور حتمی ضابطہ حیات ہے۔

شرائع سابقہ کا مفہوم:

شرائع سابقہ سے مراد وہ شرائع ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام (حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک) لے کر اپنی اپنی امتوں کی رہنمائی اور رشد و ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ڈ کٹر عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں۔

> "المقصود بشرع من قبلنا: الاحکام التی شرعها اللہ تعالیٰ لمن سبقنا من الامم و انزلها علی انبیائه و رسله لتبلیغها لتکلک الامم"[4]

> "سابقہ شریعتوں سے مراد وہ احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے گزری ہوئی امتوں پر فرض کئے اور انہیں انبیاء اور رسولوں کے ذریعے ان امتوں تک پہنچایا"۔

قانون کی تعریف

معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرہ میں قانون کی تعریف اس طرح کی گئ ہے۔

> "قواعد وأحكام تتّبعها النّاسُ في علاقاتهم المختلفة وتنفّذها الدّولةُ أو الدول بواسطة المحاكم "[5]

> "وہ قواعد واحکام جن کی مختلف علاقوں کے لوگ پیروی کرتے ہیں۔ ملک یا ممالک عدل وانصاف قائم کرنے کے لئے ان کا نفاذ عمل میں لاتے ہیں۔"

مشہور قانون دان SALMOND اپنی کتاب Jurisprudence میں لکھتے ہیں۔

> "قانون اصول و قواعد کا ایسا مجموعہ ہے جسے ملک کی حکومت تسلیم کرکے اس کے ذریعے عدل وانصاف قائم کرتی ہے یا اس قانون کو ملک کی عدالتیں تسلیم کرکے ان پر عمل کرتی اور کراتی ہیں"۔[6]

مندرجہ بالا تعریفات سے معلوم ہوا کہ قانون سے مراد وہ اصول، قواعد اور ضوابط ہے جو ملکی نظام کو مضبوط، مربوط اور منظم انداز ے چلانے کے لئے وضع کئے جاتے ہیں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ذریعے ان پر عمل درآمد کروایا جاتا ہے۔

اسلام اور شرائع سابقہ کی اساسیات اور ان کے درمیان تعلق و نسبت

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا اصول دین (عقائد وایمانیات) مشترک ہے اور ہر ایک کی شریعت (طریقہ اور دستور) الگ ہے۔ بنیادی طور پر دین تین چیزوں کا مجموعہ ہے عقائد، اخلاقیات اور شریعت۔ عقائد اور اخلاقیات تمام الہامی مذاہب میں یکساں اور مشترک ہیں۔ البتہ تغیر و تبدل شریعت میں ہوتی رہی کیونکہ شریعت کی بنا انسانی مصالح پر ہے ایک چیز ایک وقت میں ایک امت کے لئے مصلحت ہوتی ہے تو وہ دوسری امت کے لئے مصلحت نہیں رہتی اس لئے مرور زمانہ کے ساتھ بتقاضائے مصلحت شریعت کی جزئیات میں تبدیلی ہوتی رہی۔ اور مختلف اقوام وادوار کے لئے مختلف شرائع اور مختلف انبیاء کرام علیہ السلام کی بعثت کی حکمت یہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے انبیاء کرام کو آپس میں علاتی بھائی قرار دیا ہیں۔

> "وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ"[7]

> "انبیاء علیہم السلام آپس میں علاتی بھائی ہیں اور ان کی مائیں الگ الگ ہیں اور ان کا دین ایک ہے"۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام اور شرائع سابقہ کا منبع و سرچشمہ ایک ہےاس لئے تمام انبیاء کرام کے درمیان دین کے بنیادی اصول و عقائد اور اخلاقی تعلیمات میں کوئی اختلاف نہیں، فرق صرف بتقضائے مصلحت قوم وزمانہ شریعت کی جزئیات میں ہے۔

اسلام شرائع سابقہ کا تکملہ اور تتمہ ہے۔

اسلام کوئی نیا دین نہیں بلکہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک جتنے انبیاء کرامؑ مختلف اقوام اور ادوار میں مبعوث ہوئے اور جس دین کی تبلیغ واشاعت کیں ،اسلام اس کی کامل، حتمی اور دائمی شکل ہے۔یعنی دین پچھلے انبیاء کرام کے ادوار میں ارتقائی مراحل میں تھا اور آپ ﷺ پر مکمل ہوا اور سلسلہ نبوت پر مہر ثبت کردی گئی۔یہی وجہ ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد میں انبیائے سابقین اور تمام الہامی کتب وصحائف کی تصدیق اور ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾[8]

"کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اس کی اولاد کی طرف اتارا گیا اور جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا گیا اور جو تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں"۔

جس دین کی تبلیغ کے لئے انبیائے سابقین مختلف ادوار میں مبعوث ہوئے اس دین کو آخری اور حتمی شکل میں ایک کامل اور دائمی ضابطہ حیات کے طور پر پیش کرنے کے لئے نبی آخر الزمان محمد ﷺ مبعوث ہوئے۔

﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴾[9]

"بلاشبہ ہم نے تیری طرف وحی کی، جیسے ہم نے نوحؑ اور اس کے بعد (دوسرے) نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اس کی اولاد اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤدؑ کو زبور عطا کی"۔

مذکورہ آیت کی رو سے حضرت آدمؑ سے لے کر نبی کریم ﷺ تک تمام انبیاء کرام ایک ہی دین کی ترویج واشاعت کے لئے مبعوث ہوئے ان کے درمیان اصول دین (عقائد و ایمانیات) اور اخلاقیات کے باب میں کوئی اختلاف نہیں۔ شریعت کی جزئیات میں اختلات ہر دور کے تقاضوں کی بمناسبت تھا۔

شرائع سابقہ پر اسلام کے امتیازات

اسلام شرائع سابقہ کا تکملہ اور تتمہ ہے اسلام کی چند چیدہ چیدہ امتیازی خصوصیات ہیں جو اسے شرائع سابقہ سے ممتاز کرتی ہیں۔

ا۔اسلام کی عمومیت وافاقیت

شرائع سابقہ نسلی، علاقائی اور قومی تھے یعنی کسی خاص نسل، قوم یا قبیلہ کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے آئے تھے، ان میں عمومیت وافاقیت نہیں تھی جبکہ اسلام ایک کامل، عالمگیر اور آفاقی دین ہے جو کہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے آخری ودائمی کامل ضابطہ حیات ہے۔ قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے اس کی دلالت ہوتی ہے۔

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾[10]

"کہدیجئے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف بھیجا ہوا اللہ کا رسول ہوں"۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾[11]

"اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے"۔

خود نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی زبان اقدس سے اپنی نبوت کی افاقیت، عمومیت، جامعیت اور اکملیت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

"كَانَ كُلُّ نَبِيٍّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ"[12]

"ہر نبی اپنی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام سرخ وسیاہ قوموں کی طرف بھیجا گیا ہوں"۔

دوسرے مقام پر آپؐ نے فرمایا:

"وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ "[13]

"اور میں تمام مخلوقات کی طرف بھیجا گیا اور میرے اوپر نبوت ختم کی گئ"۔

رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور شریعت بلا امتیاز نسل، قوم، رنگ، زبان، اور علاقے کے تمام انسانیت کے لئے ایک کامل ضابطہ حیات ہے۔شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں۔

"اسلام سے قبل جتنے مذاہب دنیا میں آئے وہ خاص خاص اقوام، قبائل، علاقے اور زمانے کے لئے تھے اور ان کی تعلیمات بھی اس دور کے تقاضوں اور انسانی عقل و شعور اور ضروریات کے مطابق محدود تھیں۔دنیاوی امور و معاملات سے ان کا تعلق بہت کم تھا لیکن اسلام انسانی عقل و شعور کے دور بلوغ کا آخری مذہب ہے۔اور اس کی دائمی رہنمائی کے لئے آیا ہے"۔[14]

اسلام سے قبل تمام شرائع نسلی و قومی تھیں کسی دوسرے کو اس میں شامل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔قرآن بھی اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات صرف بنی اسرائیل کے رشد وہدایت کے لئے اتاری تھی۔

﴿وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾[15]

"اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔"

اور خود بائبل بھی موسوی شریعت کو بنی اسرائیل تک محدود قرار دیتی ہے۔

"موسیٰ نے ہم کو شریعت اور یعقوب کی جماعت (بنی اسرائیل) کے لیے میراث دی"۔[16]

دائرہ مذاہب واخلاق میں یہودیت کے مقالہ نگار لکھتے ہیں۔

"The foundation of Judaism rests on two principles – the unity of God and the choice of Israel"[17].

"یہودیت کی بنیاد دو اصولوں: توحید الٰہی اور انتخاب بنی اسرائیل پر استوار ہے۔"

اسی دائرہ معارف میں "عیسائیت" کے مقالہ نگار یہودیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"There it meant racial and also religious brotherhood"[18].

"یہودیت سے مراد ایک نسلی اور مذہبی بھائی چارہ ہے۔"

دائرہ معارف بریٹانیکا میں موسیٰؑ پر مقالہ نگار لکھتے ہیں۔

"اس کا خاص مقصد بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانا اور ان کے لئے رشد و ہدایت کا سامان فراہم کرنا تھا۔"[19]

اور تورات سے بھی اس نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے۔

"دیکھ ! بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک پہنچی ہے اور میں نے وہ ظلم بھی جو مصری ان پر کرتے ہیں دیکھا ہے۔سواب آ، میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں کہ تو میری قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لائے"[20]۔

مذکورہ بالا تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ موسوی شریعت کا تعلق صرف بنی اسرائیل کے ساتھ خاص تھی وہ عمومیت، افاقیت اور عالمگیریت کے معیارات پر نہیں اترتی، اس لئے انسانیت کے ہر طبقہ کے لئے کامل ضابطہ حیات بننے کی صلاحیت سے قاصر ہے۔

بعثت عیسیٰؑ اور بنی اسرائیل کی تجدید واصلاح:

قرآن کی رو سے حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کا مقصد بھی بنی اسرائیل کی تجدید واصلاح تھی:

﴿وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىۃِ﴾[21]

"اور جب عیسیٰ ابن مریمؑ نے کہا اے بنی اسرائیل ! بلاشبہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اس کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تورات کی صورت میں ہے"۔

حضرت عیسیٰ کی شریعت کا دائرہ بھی زیادہ وسیع نہیں، ان کا مشن بھی بنی اسرائیل کی شیرازہ بندی اور ان کی تجدید و اصلاح تھی جیساکہ انجیل متی میں حضرت عیسیٰؑ کا اعلامیہ ان کی زبانی ان الفاظ میں مذکور ہے۔

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوااور کسی کے پاس نہیں بھیجاگیا۔"[22]

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بارہ حواریوں کو دعوت و تبلیغ کے لئے بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو انہیں واشگاف الفاظ میں یہ حکم دیا:

"غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔"[23]

مذکورہ آیات کی رو سے حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کا مقصد صرف بنی اسرائیل کی اصلاح و تجدید تھی۔بقول سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ شریعت عیسوی دین موسوی کا تتمہ ہے۔

"پس دین مسیحی ایک الگ دین نہیں ہے بلکہ درحقیقت دین یہود کا ایک جزء اور زیادہ صحیح الفاظ میں اس کا تتمہ ہے"[24]۔

خود حضرت مسیح کی زبان سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہُوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتاہُوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کُچھ پورا نہ ہو جائے"[25]۔

یوحنا نے اپنی انجیل میں اس بات کی صراحت کی ہے:

"شریعت موسیٰ کی معرفت دی گئی اور فضل اور سچائی یسوع مسیح کی معرفت پہنچی"[26]۔

مذکورہ اقوال سے ظاہر ہوتا ہے مسیحیت میں موسوی شریعت کے تمام احکام باقی رکھے گئے ہیں اور ان پر صرف فضیلت و صداقت کا اضافہ کردیا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہونے کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ انسانیت ابھی بلوغت کو نہیں پہنچی اور نہ ہی اس میں ابھی اتنی استعداد پیدا ہوئی ہے کہ بہت سی تعلیمات جو وہ دینا چاہتے تھے اس کی متحمل ہوسکے۔

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کرسکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا"[27]۔

مذکورہ آیت میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ اعتراف کرتے ہیں کہ عیسائیت اب ارتقائی مرحلہ میں ہے اور بنی اسرائیل بھی عقل و شعور کے لحاظ سے ابھی بلوغت کو نہیں پہنچا ہے۔ کہ بہت ساری تعلیمات کو قبول کرسکے اور ان پر عمل پیرا ہوسکے۔ اور ساتھ ساتھ نبی آخرالزمان کی بعثت کے ساتھ دین کی تکمیل کا عندیہ بھی دیا۔

۲۔ اسلام کی ابدیت و دوامیت

اسلامی شریعت تحریف، تغیر اور تبدل سے محفوظ ایک کامل ضابطہ حیات ہے۔ اور قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے رشد و ہدایت کا آخری، حتمی اور دائمی ذریعہ ہے۔ موسوی شریعت و عیسوی شریعت کو اس معیار پر پرکھا جائے تو وہ کامل، محفوظ اور دائمی ثابت نہیں ہوتیں کیونکہ وہ تحریف سے پاک نہیں ان کے متبعین نے ان میں تحریف، تغیر اور تبدل کیا ہیں۔ جیسا کہ قرآن شہادت دیتا ہے۔

﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ﴾[28]

"وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں اور جو کچھ نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کا بہت بڑا حصہ بھلا بیٹھے۔"

دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔

﴿اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝﴾[29]

"تو کیا تم طمع رکھتے ہو کہ وہ تمہارے لیے ایمان لے آئیں گے، حالانکہ ان میں سے کچھ لوگ ہمیشہ ایسے چلے آئے ہیں جو اللہ کا کلام سنتے ہیں، پھر اسے بدل ڈالتے ہیں، اس کے بعد کہ اسے سمجھ چکے ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں"۔

دین اسلام کے محفوظ اور غیر متبدل ہونے پر درج ذیل آیات مبارکہ دال ہیں:

۱۔ ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ﴾[30]

"اور تیرے رب کی بات سچ اور انصاف کے اعتبار سے پوری ہوگئی، ان کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں"۔

۲۔ ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ﴾[31]

"بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے"۔

۳۔ اگر کوئی اسلام کے علاوہ کسی دوسری شریعت کی پیروی کرتا ہے تو غیر مقبول ہے۔

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ﴾[32]

"اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا"۔

۴۔ دین اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھی ہے۔

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ [33]

"بے شک ہم ہی نے یہ نصیحت اتاری ہے اور بے شک ہم ہی اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں"۔

مذکورہ بالا قرآنی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام الہامی قوانین میں صرف اسلام ہی اٹل، کامل، محفوظ اور غیر متبدل دین ہے، صرف یہی آفاقی اور دائمی الہامی قانون ہے۔ جو قیامت تک تمام انسانیت کی رہنمائی اور رشد وہدایت کے لئے کافی ہے۔

۳۔ قانون اور اخلاق میں توازن

اسلامی شریعت کے مزاج میں اعتدال و توسط ہے۔ جبکہ شریعت موسوی و شریعت عیسوی میں افراط و تفریط ہے۔ شریعت موسویؑ مجسم عدل ہے اس میں احسان اور عفو و درگزر کا پہلو مفقود ہے۔ اسی طرح شریعت عیسویؑ سراپا احسان ہے، جس میں عدل کا پہلو مفقود ہے۔ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ یہودیت قانون کا مجموعہ ہے جس میں اخلاقیات کا پہلو مفقود ہے اور عیسائیت اخلاقیات کا مجموعہ ہے جس میں قانون کا پہلو مفقود ہے۔ لیکن اسلام عدل و احسان یعنی قانون و اخلاقیات کا حسین امتزاج ہے۔ جیسا کہ موسوی شریعت انتقام کا حکم دیتی ہے تو اس کے مقابل عیسوی شریعت انتقام کے بجائے معاف کرنے حکم دیتی ہے۔ جیسا کہ متی کی انجیل میں مرقوم ہے:

> "تُم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تُم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنا گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔" [34]

اس کے برعکس اسلام نے شریعت موسوی اور شریعت عیسوی کے درمیان جو افراط و تفریط تھی اس کو ختم کرکے اعتدال و توسط قائم کیا۔ اور دنیا کے سامنے عدل واحسان کا ایک حسین امتزاج پیش کیا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ﴾ [35]

"بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔"

علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

> "حضرت عیسیٰؑ سے پہلے دنیا سے جو کچھ کہا یا سنا گیا تھا۔ وہ حضرت موسیٰؑ کا قانون تھا جو بالکل عدل وانصاف پر مبنی تھا لیکن اب جو کچھ دنیا حضرت عیسیٰ کی زبان مبارک سے سن رہی تھی وہ سراسر اخلاق، رحمت اور احسان تھا، لیکن اسلام نے عدل واحسان دونوں میں امتزاج پیدا کرکے دنیا کے نظام حکومت کو کامل تر کردیا" [36]۔

نبی کریم ﷺ ایک ایسی کامل شریعت لے کر آئے جو عدل واحسان اور قانون واخلاق دونوں کی جامع ہے۔

> "اس جامعیت کا اصول شریعت محمدی ﷺ میں دو حیثیتوں سے پایا جاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس نے نہ تو یہودیت کی طرح اخلاق کو بھی قانون کی شکل دیدی اور نہ عیسائیت کی طرح قانون کو مذہب کے ہر حصہ سے خارج کرکے قانون کو بھی اخلاق بنادیا بلکہ اس نے قانون اور اخلاق دونوں کے درمیان حد فاصل قائم کرکے ہر ایک کی حد مقرر کردی اور اپنی شریعت کی کتاب میں قانون کو قانون کی جگہ اور اخلاق کو اخلاق کی جگہ رکھ کر انسانیت کو تکمیل تک پہنچادیا۔" [37]

موسویؑ اور عیسویؑ شریعت میں باہم جو فرق ہے وہ قانون اور اخلاقی تعلیمات کے درمیان افراط و تفریط کا ہے۔ مثلاً تورات ہر حال میں اصول عدل پر کاربند رہنے کا حکم دیتی ہے۔ احسان کی ممانعت ہے۔ جیسا کہ تورات میں قصاص کے بارے میں درج ذیل احکامات مذکور ہیں:

۱۔ "اور جو کوئی کسی آدمی کو مار ڈالے وہ ضرور جان سے مارا جائے۔"[38]

۲۔ "اگر کوئی کسی آدمی کو ایسا مارے کہ وہ مر جائے تو وہ قطعی جان سے مارا جائے۔"[39]

۳۔ "اور تجھ کو ذرا ترس نہ آئے جان کا بدلہ جان، آنکھ کا بدلہ آنکھ، دانت کا بدلہ دانت، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہو۔"[40]

۴۔ "اور تم اس قاتل سے جو واجب القتل ہو دیت نہ لینا بلکہ وہ ضرور ہی مارا جائے۔"[41]

اس کے برعکس انجیل ہر حال میں احسان کا حکم دیتا ہے:

"تُم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنا گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے"[42]۔

موسوی شریعت اور عیسوی شریعت کے برعکس اسلام نے جو تعلیم پیش کی ہے وہ احسان اور عدل یعنی اخلاق اور قانون دونوں کا مجموعہ ہے۔ تورات اور انجیل کے مذکورہ احکام کے برعکس اسلام کا حکم یہ ہے۔

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ ﴾[43]

"اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے، آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے، عورت عورت کے بدلے"۔

آیت کے اس حصے میں قانون کا بیان ہے یعنی جو عدل چاہتے ہیں وہ قصاص لے لے۔ آیت کے دوسرے حصے میں اخلاق یعنی احسان کا ذکر ہے، جو بجائے قصاص کے دیت لے کر معاملے کو نمٹانا چاہتے ہیں۔ وہ دیت لے لے۔

﴿ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ۭ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ﴾[44]

"ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہئے اور آسانی کے ساتھ دیت ادا کرنی چاہئے۔ تمہارے رب کی طرف سے یہ تخفیف اور رحمت ہے اس کے بعد بھی جو سرکشی کرے اسے دردناک عذاب ہوگا"۔

مذکورہ بالا تصریحات سے واضح ہوا کہ اسلام قانون اور اخلاق کا دونوں کا مجموعہ ہے۔ اسلام قانوناً ہر مظلوم کو یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ چاہے تو تورات کے حکم کے مطابق بدلہ لے یا انجیل کے حکم کے مطابق احسان کا معاملہ کرتے ہوئے اس ظالم کو معاف کردے اور برائی کے بجائے اس کے ساتھ بھلائی اور نیکی کرے۔

تورات محض قانون ہے اور انجیل محض اخلاق، اسی لئے یہ دونوں الگ الگ ایک صالح اور خوشگوار معاشرے کی تشکیل، امن وامان اور عدل وانصاف کے قیام، معاشرے سے فتنہ وفساد کی بیخ کنی، بدیوں اور برائیوں کے سدباب، انارکی وانتشار کے خاتمے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ دونوں کی تعلیمات قانون اور اخلاق کے باب میں افراط وتفریط پر مبنی ہیں۔ یہی وجہ ہے خود عیسائی اور یہودی دنیا میں بھی دونوں مذاہب اپنے پیروکاروں کی نجی زندگیوں تک محدود ہیں۔ جبکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے دور جدید میں ایک فعال اور منظّم دستور حیات اور ایک کامل ضابطہ حیات کے طور پر نفاذ کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب اور درست ہوگا کہ دور حاضر کے تمام درپیش مسائل اور چیلنجز کا حل صرف اسلامی نظام میں پنہاں ہے۔

وضعی قوانین پر اسلام کے امتیازات

ا۔اسلامی قانون میں انسانی نفسیات کی رعایت

اسلام دین فطرت ہے اور اس کے قوانین فطرت انسانی کے عین مطابق ہے کیونکہ واضع قانون، خالق انسانیت اور علیم و خبیر ذات ہے جو انسانی طبائع و نفسیات اور ان کے ماضی، حال اور مستقبل کے تمام تر حالات اور واقعات کا مکمل ادراک رکھتے ہیں۔

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ﴾[45]

"پس پوری یکسوئی کے ساتھ اس دین کی طرف متوجہ ہو جاؤ جو اللہ کی اس فطرت کے عین مطابق ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اسلامی قانون میں تمام اقوام عالم اور دنیا کے ہر خطے کی نفسیات اور طبعی میلانات کی رعایت رکھی ہے۔اس قانون کی تشکیل میں انسان کی بشری کمزوریوں کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔اس قانون میں کوئی امر ایسا نہیں جو فطری، طبعی اور نفسیاتی طور پر انسان کے لئے ناقابل عمل ہو۔ قرآن کریم کی درج ذیل آیات میں اسلامی قانون اور انسان کے مابین اس فطری مطابقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۱۔﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ﴾[46]

"اللہ کسی شخص کو اس کی قدرت وطاقت سے زیادہ مکلّف نہیں بناتا۔"

۲۔﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ﴾[47]

"اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے دشواری اور تنگی نہیں چاہتا۔"

۳۔﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ﴾[48]

"اللہ نے دین کے معاملے میں تمہارے لئے کوئی تنگی نہیں رکھی۔"

۴۔﴿مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ﴾[49]

"اللہ نہیں چاہتا کہ تمہیں کسی دشواری میں مبتلا کرے"۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ جب کسی صحابیؓ کو انتظامی امور سپرد کرتے تھے تو اسے لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنے اور ان کے مشکلات کو دور کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔اور آپس میں محبت، شفقت، انسیت اور بھائی چارہ کو فروغ دینے اور بغض و عداوت اور نفرتوں کے خاتمے کی تاکید فرمایا

کرتے تھے۔ جیساکہ موسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبلؓ کو یمن کے مختلف اضلاع کے دینی معاملات کا انتظام سپرد کرتے وقت انہیں نصیحت فرمائیں۔

"يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا، وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا"[50] .

"آسانی پیدا کرو، مشکل میں نہ ڈالو، رغبت دلاؤ، نفرت نہ دلاؤ، اور تم دونوں آپس میں اتفاق رکھنا' اختلاف نہ پیدا کرنا۔"

ایک اور موقعہ پر ارشاد فرمایا:

"إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ بِالْيَهُودِيَّةِ وَلَا بِالنَّصْرَانِيَّةِ، وَلَكِنِّي بُعِثْتُ بِالْحَنِيفِيَّةِ السَّمْحَةِ"[51]

"میں یہودیت اور نصرانیت لے کر نہیں آیا، مجھے نرمی اور سہولت آمیز شریعت دے کر مبعوث کیا گیا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ اپنی حیات طیبہ میں ہمیشہ دو امور کے مابین آسان امر کو اختیار فرماتے تھے۔اگرچہ وہ گناہ نہ ہو۔

"مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ، إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا"[52]

"رسول اللہ ﷺ کو جب اختیار دیا گیا دو کاموں میں تو آپؐ نے آسان کام کو اختیار کیا۔"

مذکورہ بالا آیات و احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ خالق کائنات نے جو قانون انسان کو عطا کیا ہے اس میں حرج، تنگی، کراہت، بوجھ، مشقت اور تکلیف کا کوئی عنصر نہیں ہے۔اس قانون کے اندر انسان کی بشری کمزوریوں اور فطری تقاضوں کا بھر پور لحاظ رکھا گیا ہے۔

۲۔ قانونی کی جامعیت و مقبولیت

انسان محدود سوچ، علم، خود غرضی، تنگ نظری اور ذاتی پسند و ناپسند کی بنا پر کوئی ایسا جامع قانون نہیں بنا سکتا جو عالم انسانیت کے ہر طبقہ کے لئے قابل قبول ہو کیونکہ چند انسانوں کی سوچ تمام انسانوں کی نمائندگی نہیں کر سکتی۔

"انسانی قانون چند انسانی ذہنوں کی پیداوار ہے ۔۔۔ انسان محدود علم واحساس رکھتا ہے وہ کروڑوں انسانوں کی نفسیات کا قدر مشترک معلوم نہیں کر سکتا اور تمام لوگوں کے احساسات وطبائع کو ملحوظ رکھتے ہوئے قانون سازی ہرگز نہیں کر سکتا، قانون خواہ کتنے ہی اخلاص کے ساتھ بنایا جائے مگر اس میں طبعی میلانات اور ذاتی رجحانات کا اثر ناگزیر طور پر آئے گا وہ قانون کی تشکیل میں یقیناً اپنے پسندیدہ پہلوؤں کو ترجیح دے گا اور ان گوشوں کو نظر انداز کردے گا جو اس کو ناپسند ہیں۔"[53]

اللہ تعالیٰ جو خالق کائنات ہے وہ خوب جانتا ہے کہ انسان کی بقا، طبعی و فطری میلانات و ترجیحات اور فوز وفلاح کس چیز میں ہے۔اسلامی قانون کی تشکیل میں خالق کائنات نے ان تمام چیزوں کو مد نظر رکھا ہے۔فطری طور پر ہر انسان یہ تقاضا کرتا ہے کہ قانون سازی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہو۔جو انسان کی فطری تقاضوں سے بخوبی واقف ہے۔ صرف وہی ذات کوئی ایسا قانون دے سکتا ہے جو تمام انسانی طبقات کے لئے مقبول ہو۔

"اس لئے قانون سازی کا حق صرف خالق کائنات کو ہے، جو تمام انسانوں کی نفسیات، مزاج، طبائع، ضروریات اور احساسات سے پوری طرح واقف ہے وہی کوئی ایسا قانون دے سکتا ہے جو ہر قوم اور ہر عہد کے انسانوں کے لئے یکساں اور مفید ہو۔"[54]

اسلام اللہ علیم وخبیر کا عطا کردہ نظام ہے جو انسان کی فطرت سے خوب واقف ہے، اس کے احساسات وجذبات سے بھی اگاہ ہے اور آنے والے حالات سے باخبر بھی، لہٰذا اللہ علیم وخبیر کا دیا ہوا نظام ہر حوالے سے کامل واکمل ہے ہر نقص سے پاک ہر علاقے اور ہر زمانے کے لئے یکساں مفید ہے۔اور عدل کے تقاضے بھی پورے کرتا ہے۔

۳۔اسلام کی فطرت انسانی سے ہم آہنگی

اسلامی قانون مکمل طور پر انسانی فطرت کے ساتھ ہم آہنگ ہے، اسلام کا کوئی حکم انسانی فطرت سے متصادم نہیں، کوئی امر ایسا نہیں جو انسانی ضمیر اور دل و دماغ پر بوجھ بن جائے۔خود رسول خدا ﷺ نے اسلامی قانون کو جانچنے کا معیار انسان کی طبعی، فطری و نفسیاتی میلان کو قرار دیا ہے۔ابو اسیدؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

"إِذَا سَمِعْتُمُ الْحَدِيثَ عَنِّي تَعْرِفُهُ قُلُوبُكُمْ، وَتَلِينُ لَهُ أَشْعَارُكُمْ، وَأَبْشَارُكُمْ، وَتَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْكُمْ قَرِيبٌ، فَأَنَا

أَوْلَاكُمْ بِهِ، وَإِذَا سَمِعْتُمُ الْحَدِيثَ عَنِّي تُنْكِرُهُ قُلُوبُكُمْ، وَتَنْفِرُ أَشْعَارُكُمْ، وَأَبْشَارُكُمْ، وَتَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْكُمْ بَعِيدٌ فَأَنَا أَبْعَدُكُمْ مِنْهُ۔"[55]

"جب کوئی ایسی حدیث تم سنو جس سے تمہارے دل کو انسیت ہو اور تمہارے بال و کھال اس سے متاثر ہو اور اپنے سے اس کو قریب سمجھو۔ تو میں اس کا تم سے زیادہ حقدار ہوں اور جب کوئی ایسی حدیث تم سنو جس کو تمہارے دل قبول نہ کریں اور تمہارے بال و کھال اس سے متوحش ہوں اور اپنے سے اس کو دور سمجھو تو میں تمہاری نسبت اس سے دور ہوں۔"

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اسلام کا کوئی امر انسان کی طبعی و فطری میلانات کے ساتھ متصادم نہیں، اگر کوئی امر انسان کے لئے طبعی طور پر ناخوشگواری اور دل و ضمیر پر بوجھ کا سبب بن جائے تو وہ اسلام کا حکم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسلام فطرتِ انسانی کے خلاف کوئی امر نہیں دے سکتا۔اور خود شارع اسلام نے کسی امر کے صحیح و غلط ہونے کا معیار انسانی ضمیر اور اس کے قلبی و فطری میلانات کو قرار دیا ہے۔ بلکہ ایک روایت میں انسان کو اپنے دل سے فتوی لینے کا حکم دیا گیا ہے۔

۴۔ اسلامی اور وضعی قانون کی تشکیل

وضعی قانون کی تشکیل انسانی خواہشات و شہوات، سوچ و تجربہ، علاقائی رسوم و رواجات اور عرف و عادات کی بنا پر ہوئی ہے۔اس کے برعکس اسلامی قانون کسی کی خواہشات کا تابع نہیں ہوتا۔ عبدالقادر عودہؒ فرماتے ہیں۔

والقوانين الانظمة التى يضعها البشر قابلة للتبديل والتعديل والالغاء، اذا مضت بذالک اهواء البشر و شهواتهم، اما احكام القرآن فهى من عند الله وهى دائمة الى الأبد لا تماشى اهواء الحكام ولا اهواء المحكومين[56].

"وہ قوانین اور نظام جو انسان نے بنائے ہیں، جب انسان کی خواہشات و شہوات پوری کر دیتے ہیں تو وہ تبدیل کر دئے جاتے ہیں یا بالکل ہی ختم کر دئے جاتے ہیں۔ لیکن قرآن کے احکام اللہ کے عطا کردہ ہیں اور یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں، یہ حکام اور رعایا کی خواہشات کے تابع نہیں ہوتے۔"

وضعی قوانین میں انسان کی محدود سوچ، تنگ نظری، خود غرضی، لسانی، قومی اور قبائیلی تفرقات و تعصّبات کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔اس میں اجتماعی مصالح اور مفادات کا بہت کم لحاظ رکھا جاتا ہے۔

"انسانی قانون کی بنیاد محض خاندانی رسوم وروایات اور علاقائی عرف وعادات پر ہے اس لئے اس میں تعصّبات وتنگ نظری کی تمام آلودگیاں موجود ہیں۔"[57]

اس کے برعکس اسلامی قانون فطرت انسانی اور الٰہی ہدایات پر مبنی ہے۔ اس میں رسوم و رواج، خواہشات و شہوات، نسلی، قومی، لونی، خاندانی اور قبائلی رجحانات و تعصّبات کا کوئی عمل دخل نہیں۔

۵۔ تقدیس کا پہلو

اسلامی قانون ایک مسلمان کے لئے مقدس و محترم شے ہے۔ اس قانون کی پیروی ایمان کا تقاضا اور تکمیل ایمان و اسلام کی بنیادی شرط ہے۔اور اس قانون سے انحراف سرکشی اور فسق و فجور ہے۔

"اسلامی قانون خدا کا قانون ہونے کے سبب سے نہایت مقدس و محترم مانا جاتا ہے۔ وہ ہر مسلمان کے ایمان کی بنیاد ہوتا ہے جس کو مانے بغیر اس کا ایمان درست نہیں ہوتا"[58]۔

اسلامی قانون اس علیم و خبیر ذات کا عطا کردہ ہے جو دلوں کی بھیدوں کو بھی بخوبی جانتا ہے۔ کوئی شے اس کے علم سے باہر نہیں، جو ماضی، حال اور مستقبل کے تمام حالات و واقعات کا مکمل ادراک رکھتا ہے۔

"اسلامی قانون کے ساتھ یہ عقیدہ وابستہ ہے کہ جس نے یہ قانون ہمیں دیا ہے وہ ہماری ہر حرکت اور ہر بھید سے واقف ہے۔۔۔اس طرح اسلامی قانون ظاہر کے ساتھ باطن پر بھی اور جسم کے ساتھ قلب و ضمیر پر بھی حکومت کرتا ہے"[59]۔

جبکہ وضعی قانون تقدیس کا کوئی پہلو نہیں رکھتا، اس کی بنیادی وجہ واضعین قانون کی کم علمی اور کمزور گرفت ہے۔اس قانون کارٹ وہاں تک ہے جہاں تک قانون نافذ کرنے والوں کی پہنچ ہے۔

٦۔ نفاذ کی قوت

اسلامی قانون کے ساتھ ہر مسلمان کی اعتقادی وابستگی ہے اس لئے ہر مسلمان کے لئے قانون کا احترام و تعمیل اس کے ایمان کا تقاضا ہے۔اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر، علیم، بصیر، سمیع اور خبیر ہونے کا عقیدہ ایک مسلمان کو قانون کا پابند بناتا ہے اور قانون شکنی سے روکتا ہے۔ جبکہ وضعی قانون کا انسان کے ساتھ کوئی اعتقادی و نظریاتی وابستگی نہیں، اس لئے اس قانون کا احترام و تقدیس بھی کسی کے دل میں نہیں۔ اور اس قانون کا نفاذ و تعمیل حکومت وقت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

" انسانی قانون میں حکومت قانون کے نفاذ اور تعمیل کے لئے جوابدہ ہوتی ہے اس لئے اس کے لئے ساری محنت حکومت کو کرنی پڑتی ہے جبکہ اسلامی قانون میں ہر انسان اپنی ذات کے لئے جوابدہ ہوتا ہے۔ "[60]

اسلام ہر انسان کے اندر یہ عقیدہ کو راسخ کرتا ہے کہ اللہ کے آگے ہر انسان اپنے اعمال کا جوابدہ ہے۔ جو کوئی گناہ کرتا ہے سو وہ اس کے ذمہ ہے اس کی سزا کسی اور کو نہیں ملے گی۔

﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ﴾[61]

"اور جو کوئی گناہ کرتا ہے سو وہ اس کے ذمہ ہے اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔"

اسلام ہر شخص کو اپنے ماتحتوں کے بارے میں ذمہ دار اور مسؤول ٹھہراتا ہے۔ جس کے پاس جتنا اختیار ہے وہ اللہ کے سامنے اس کے بارے میں جوابدہ ہے۔ اسی طرح اسلام ہر شخص کے اندر احساس ذمہ داری پیدا کرتے ہوئے قانون کی وقعت اور تقدیس اس کے دل میں پیدا کرتا ہے۔ اور ذہنی طور پر اسے قانون کی پابندی کے لئے تیار کرتا ہے۔

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"[62]

"تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔"

جوابدہی کا احساس انسان کو ذمہ دار بناتا ہے خاص کر جب دل میں یہ عقیدہ راسخ ہو کہ اللہ تعالیٰ دلوں کی بھیدوں سے بھی آگاہ ہے انسان کا ارادہ اور نیت بھی اس سے مخفی نہیں تو یہ عقیدہ اور نظریہ انسان کی سوچ، کردار، شخصیت اور سیرت پر بہت گہرے اور مثبت اثرات مرتب کرتا ہے اور انسانی زندگی میں نظم و ضبط پیدا کرتا ہے، اور ایسے افراد معاشرے میں اجتماعی نظم ضبط کو برقرار رکھنے میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں اور یوں ایک ایسا صالح اور منظّم معاشرہ وجود میں آتا ہے جس میں ہر طرف قانون کا بول بالا ہوتا ہے اور ہر انسان قانون کا نگہبان بن کر قانون شکنی سے احتراز کرتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرے کے باہر آپس میں دو جھگڑنے والوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا:

"إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّهُ يَأْتِينِي الْخَصْمُ، فَلَعَلَّ بَعْضَهُمْ أَنْ يَكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ، فَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَادِقٌ فَأَقْضِي لَهُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ، فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيَحْمِلْهَا أَوْ يَذَرْهَا"[63]

"میں انسان ہوں اور میرے پاس کوئی مقدمہ والا آتا ہے اور ایک دوسرے سے بہتر بات کرتا ہے۔ میں سمجھتا

ہوں کہ یہ سچا ہے اور اس کے موافق فیصلہ کر دیتا ہوں تو جس کو میں کسی مسلمان کا حق دلا دوں وہ انگار کا ایک ٹکڑا ہے اس کو لے یا چھوڑ دے۔"

حدیث مذکورہ میں رسول اللہ ﷺ نے چرب زبانی اور زبان درازی کی وجہ سے دوسروں کی حق تلفی کرنے سے منع کیا، ایک انسان جس کا قوت اظہار کمزور ہے وہ اپنے حق کے لئے بول نہیں سکتا، تو اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی حق تلفی نہ کی جائے۔ وضعی قانون اس طرح کی نگرانی اور حقوق کی حفاظت سے محروم ہے۔

۸۔ اسلامی قانون اور وضعی قانون کی توثیق

وضعی قانون اپنی توثیق کے لئے قوم یا قبیلہ کے سربراہ، حکومت وقت اور رائے عامہ کی تائید کا محتاج ہے جب تک وہ اس کی توثیق نہ کرے قانون اپنی اہمیت، افادیت اور نفاذ کی صلاحیت کھو دیتی ہے۔ جیسا کہ امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں۔

"انسانی قانون کے قانون ہونے کا تمام تر انحصار اس بات پر ہے کہ اس کو شیخ قبیلہ یا بزرگ خاندان کی منظوری حاصل ہے یا کسی عدالت نے اس پر عمل کیا ہے یا کسی حکومت نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ اگر ان باتوں میں سے کوئی چیز بھی اس کو حاصل نہ ہو تو پھر اس کی قانونیت ختم ہو جاتی ہے۔"[64]

وضعی قانون کا انحصار چند ذہین اور با اختیار انسانوں کے دماغوں اور ان کی حمایت پر ہے، اگر وہ اس کی توثیق نہ کرے تو وہ قانون نہیں بن سکتا اور اس کا نفاذ بھی عمل میں نہیں آسکتا۔

" گویا اس کی قانونیت کا انحصار چند ذہین اور با اقتدار انسانوں کے دماغوں اور ان کی حمایت پر ہے۔ اس کے برخلاف اسلامی قانون کی شان یہ ہے کہ اس کی تصدیق رب کائنات کرتا ہے، خواہ دنیا کی عدالت اس کو مانے یا نہ مانے اس کی قانونی حیثیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ اس قانون سے انحراف کرنے والا ہی مجرم اور باغی قرار پائے گا۔"[65]

جو کوئی اللہ تعالیٰ کے قانون کو تسلیم نہ کرے تو قرآن اس کو کافر، ظالم اور فاسق ٹھہراتا ہے۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۝﴾[66]

"اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔"

قرآن پاک کی اسی سورت کی اگلی آیتوں میں انہیں "ظالم"[67] اور "فاسق"[68] قرار دیا گیا ہے۔

اسلامی قانون کی نظر میں سارے انسان برابر ہے اور قانون سب کے لئے یکساں طور پر واجب التعمیل ہے۔ اس لئے اس میں ترمیم کا اختیار کسی انسان کے بس میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اختیار میں ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں۔

"اسلامی شریعت نے ایک ایسا خود کار نظام وضع کر دیا ہے کہ جس میں قانون اور نظام کے اساسی قواعد واصول اور دستور و آئین کے بنیادی تصورات اور احکام سب کے لئے مشترکہ طور پر واجب التعمیل ہیں، سب انسان یکساں طور پر ان کے پابند ہیں اور ان میں کسی قسم کی تبدیلی یا ترمیم و تنسیخ انسانوں کے اختیار میں نہیں۔ یہ سب بنیادی امور انسانوں کے فیصلہ سے ماوراء ہیں۔"[69]

اس کے برعکس جب ہم وضعی قوانین کو دیکھتے ہیں تو مقتدر حضرات وضع شدہ قانون کے نفاذ میں مصلحت کے بجائے رائے عامہ کو مقدم سمجھتے ہیں، قانون جتنا مفید اور اخلاقی معیارات پر بھی اترتا ہو، پھر بھی اگر رائے عامہ اس کے حق میں نہیں تو وہ قانون نہیں بن سکتا، اگر قانون اخلاقی معیارات کے منافی، غیر فطری اور نقصان دہ ہو، لیکن رائے عامہ اس کے حق میں ہو تو وہ قانون قابل عمل بن جاتا ہے۔ جیسا کہ مغربی دنیا میں رائج غیر فطری اور غیر انسانی قوانین ہمارے سامنے ہیں۔

"۔۔۔ ایک ضابطہ تمام اہل علم اور معلّمین اخلاق کے نزدیک صحیح اور مفید ہونے کے باوجود محض اس لئے رائج نہیں ہو سکتا کہ رائے عامہ اس کے خلاف ہے مثلاً امریکہ میں شراب کی پابندی کے قانون کو امریکی قوم کی

رضامندی نہ ملنے کی وجہ سے قانون کی حیثیت حاصل نہیں ہوئی، اسی طرح برطانیہ میں قتل کی سزا میں ترمیم کرنی پڑی اور ہم جنسی جیسی قبیح حرکت کو قانون کی حد میں لانا پڑا حالانکہ ملک کے جج اور سنجیدہ لوگ اس کے خلاف تھے۔"[70]

اس مثال سے واضح ہوا کہ وضعی قانون اخلاقیات کے نہیں بلکہ انسانی خواہشات اور شہوات کے تابع ہے۔ کسی بھی ضابطہ کو قانون کا درجہ اس وقت ملتا ہے جب وہ انسانی خواہشات اور شہوات کو تسکین کا سامان فراہم کرے۔

۹۔ جماعت اور قانون کا تعلق

اسلامی قانون جماعت کی تشکیل کی بنیاد ہے۔ پہلے قانون بنتا ہے اور پھر اس قانون کی روشنی میں جماعت تشکیل پاتی ہے۔ جبکہ وضعی قانون جماعت کی تشکیل اور سوسائٹی کی تنظیم کے لئے وجود میں آتا ہے۔ پہلے جماعت بنتی ہے اور پھر اس کی تنظیم کے لئے قانون وجود میں آتا ہے۔

"انسانی قانون میں قانون جماعت سے مؤخر ہوتا ہے، سوسائٹی پہلے ہوتی ہے اور اس کی تنظیم کیلئے قانون بنایا جاتا ہے، قانون جماعت کو پیدا نہیں کرتا۔"[71]

اس کے برعکس اسلام میں قانون جماعت کو تشکیل دیتا ہے۔

"اسلام میں قانون جماعت سے مقدم ہے جماعت کے وجود اور اس کے حالات پر قانون کا انحصار نہیں ہوتا بلکہ قانون پہلے بنتا ہے اس کے مطابق جماعت کی تعمیر ہوتی ہے۔"[72]

رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی اس کی بہترین مثال ہے آپؐ نے الہامی تعلیمات و قوانین کی روشنی میں مکہ مکرمہ میں ایک جماعت تیار کیں۔ یعنی پہلے قانون آیا اور پھر اس قانون کے مطابق جماعت تشکیل دی گئ۔

۱۰۔ مباحات کا دائرہ

اسلامی قانون کے اندر انسانی تجربات، تحقیق اور مہارت کا بھرپور لحاظ رکھا گیا ہے دنیاوی امور میں ان سے پوری طرح استفادہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، جیسا کہ شارع اسلام نے اپنی امت کو دنیاوی امور اپنی تحقیق، تجربات اور مہارت کی روشنی میں سرانجام دینے کا اذن عام دیا ہے۔

"أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ"[73]

"تم اپنے دنیوی معاملات سے بہتر طور پر واقف ہو۔"

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو دنیاوی امور اپنے تجربات اور مہارت کی روشنی میں سرانجام دینے کی اجازت دی ہے۔ اس دائرہ کار میں جو چیز انسانی مصلحت کے لئے ہے شریعت اس کی تائید کرتی ہے اگرچہ وہ گناہ کے زمرے میں نہ آتا ہو۔

نتائج البحث

مقالہ ہذا میں قوانین ثلاثہ یعنی شرائع سابقہ، وضعی قوانین اور اسلامی قانون کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ کیا گیا۔ شرائع سابقہ اور وضعی قوانین عصر حاضر کے تقاضوں کی کفالت کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ جہاں تک شرائع سابقہ کا تعلق ہے ان میں سے ہر ایک شریعت کسی خاص نسل، قوم، قبیلہ علاقہ، یا زمانہ کے لئے تھی، اس دور کے لئے ایک کامل الہامی ضابطہ حیات تھی اور اس دور کے تقاضوں کے ساتھ مکمل ہم آہنگ تھی۔ کسی خاص نسل، قوم، علاقہ اور زمانہ کے ساتھ مقید ہونے کی وجہ سے افاقیت، دوامیت اور جامعیت سے محروم تھی۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک جتنے انبیاء کرام مبعوث ہوئے وہ اپنی اپنی قوموں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے آئے تھے۔ ان کی شریعتیں دوسری قوموں کے لئے مکمل ضابطہ حیات نہیں بن سکتیں، کیونکہ

مرور زمانہ کے ساتھ مصالح بدلتے رہتے ہیں اور نئے نئے مسائل جنم لیتے ہیں، ہر دور کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں لہٰذا کوئی بھی شریعت جو کسی خاص نسل، قوم، قبیلہ کی رہنمائی کے لئے نازل ہوئی ہو، بحیثیت مجموعی وہ تمام عالم انسانیت کے لئے کامل ضابطہ حیات نہیں بن سکتی۔یہی وجہ ہے کہ یہود و نصاری نے تحریف اور قطع و برید کا سہارا لے کر بھی اپنی تعلیمات کو زمانے کے ساتھ ہم آہنگ نہ کرسکے۔اور بالآخر اپنی شریعتوں کو عصر حاضر میں ناقابل عمل قرار دیتے ہوئے کلیساؤں تک محدود کیا اور مذہب کو سیاست سے الگ کرکے اسے انسان کا ذاتی معاملہ قرار دیا۔

جبکہ وضعی قوانین انسان کے بنائے ہوئے قوانین ہیں۔انسان جتنا کمزور ہے اس کا بنایا ہوا قانون بھی اتنا ہی ناقص ہے۔ وضعی قوانین میں انسان کی محدود سوچ، تنگ نظری، خود غرضی، نقص، عجز، ضعف، جوش انتقام اور تعصب کی جھلکیاں نمایاں نظر آتی ہیں۔یہ قوانین چند افراد کے جذبات، خواہشات، ترجیحات، مفادات اور پسند و ناپسند کی بنیاد پر بنتے ہیں۔اس لئے عالم انسانیت کے تمام طبقات کے لئے قابل قبول اور قابل عمل نہیں ہوتے۔یہی وجہ ہے کہ ان قوانین کو ہمہ وقت ترمیم و تبدیلی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

اسلام ایک آفاقی، دائمی اور ابدی مذہب ہے، کسی خاص نسل، قوم، قبیلہ، علاقہ، زمانہ یا تہذیب کے ساتھ مقید نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے ہوئی ہے، اور آپؐ کا لایا ہوا دین تمام انسانوں کے لئے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔دین اسلام خالق کائنات کا بنایا ہوا نظام ہے جو اقوام عالم کے نفسیات اور طبائع سے بخوبی آگاہ ہے، جو ضابطہ حیات عطا کیا ہے اس میں ان کی مصلحت اور بشری کمزوریوں کا پورا لحاظ رکھا ہے۔یہی وجہ ہے کہ دین اسلام کا کوئی حکم انسانی فطرت، نفسیات اور طبیعت پر گراں نہیں گزرتا۔اسلام کی اساس مصالح انسانی پر قائم ہے۔جس کا خمیر جلب منفعت اور دفع مضرت ہے۔مقاصد خمسہ یعنی تحفظ دین، تحفظ جان، تحفظ عقل، تحفظ نسل اور تحفظ مال اس کے اہداف ہیں۔اللہ تعالیٰ جو ماضی، حال اور مستقبل سے بخوبی آگاہ ہے۔اس کے قانون میں اس کی قدرت، کمال اور عظمت کی جھلک اور اس کے ماضی و مستقبل کے تمام ممکنات پر محیط علم کی روشنی موجود ہے، اس لئے اس کا دیا ہوا نظام ہر دور میں ہر قوم کے لئے قابل قبول اور قابل عمل ہے۔ ان کا بنایا ہوا قانون اور نظام ہر طرح کے نقائص سے پاک اور مبرا ہے۔اور انسان کی دنیا اور آخرت میں کامیابی کا ضامن ہے۔ صرف اسلامی قانون ہی ہر قوم اور ہر دور کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ ہے اور ہر دور میں انسانیت کے ہر طبقے کے لئے ایک کامل ضابطہ حیات ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی حوالہ جات

[1]۔ التھانوی، محمد علی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، دار صادر بیروت، ج: ۲، ص: ۷۰

Al-Thānvī, Muḥammad ʻlī, Kashāf Iṣtilāḥāt Al-Fanūn Wa al-ʻulūm,(Dār Ṣādir Berūit), Vol 2, P: 70

[2]۔ الایوبی، محمد سعد، دکتور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، دار الہجرۃ للنشر والتوزیع، الریاض، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ص: ۳۱

Al-Ayūbī, Muḥammad Sa'd, Dr. Maqāṣid-al-Sharīat al Islāmīyyat, (Dār-al-Ḥijrat Linashar wa al-Tawzīʻ, Riyāḍ, Kingdom of Saudi Arabia), P:31

[3]۔ نصر فرید محمد واصل، المدخل الوسیط لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیۃ والفقہ والتشریع، المکتبۃ التوفیقیۃ مصر، ص: ۱۵
Naṣar Farīd Muḥammad Wāṣil, Al-MadKhal Al-Wasīt Lidirāsat Al-Islāmīyat wa al-Fiqh wa al-Tashrī', (Al-Maktabat Al-Tawfīqiyyat Egypt), P: 15

[4]۔ زیدان، عبدالکریم، ڈاکٹر، المدخل لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیہ، دار عمر بن خطاب، اسکندریہ، بغداد، ص: ۲۰۹
Zaidān, 'bd Al-Karīm, Dr, Al-Madkhal Lidirāsat Al-Sharīat Al-Islāmīyyat, (Dār 'umer bin Khattāb Iskandariyah, Baghdād), P: 209

[5]۔ احمد مختار عمر، الدکتور، معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ، علام الکتب قاہرہ، ۲۰۰۸، مادہ "ق ن ن" ص: ۱۸۶۴
Aḥmed Mukhtār 'umer, Dr. Mu'jam Al-Lughat Al-Arabiyyat Al-Mu'āṣarat, ('lām-al-Kutub Cairo, 2008), P: 1864

[6]- *John William Salmond, Jurisprudence, Stevens K Haynes Bell Yard, Temple Bar,1902, London, page 11*

[7]۔ بخاری، محمد بن اسمٰعیل، صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: واذکر فی الکتاب مریم إذ انتبذت من اہلہا، رقم الحدیث: ۳۴۴۳
Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī Ḥadīth # 3443

[8]۔ سورۃ البقرۃ: ۱۳۶
Sūrat Al-Baqarah : 136

[9]۔ سورۃ النساء: ۱۶۳
Sūrat Al-Nisā, : 163

[10]۔ سورۃ الاعراف: ۱۵۸
Sūrat Al-A'rāf : 158

[11]۔ سورۃ السبا: ۲۸
Sūrat al Sabā : 28

[12]۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ، باب المساجد، رقم الحدیث: ۵۲۱
Ṣaḥīḥ Al-Muslim, Ḥadīth # 521

[13]۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ، باب المساجد رقم الحدیث: ۵۲۳
Ṣaḥīḥ Al-Muslim, Ḥadīth # 523

[14]۔ ندوی، شاہ معین الدین احمد، دین رحمت، دیباچہ، ملک اینڈ کمپنی، اردو بازار لاہور۔ ص: ۲
Nadvī, Shāh Mu'īn al-Dīn Aḥmad, Dīn Reḥmat, (Malik & Sons Company Urdū Bazār Lāhore), P: 2

[15]۔ سورۃ الاسراء: ۲
Sūrat Al-Isrā, :2

[16]۔ استثنا ۳۳: ۴
Deuteronomy 33:4

[17] *Encyclopedia of Religion & Ethics, James Hastings edition, edinberg, 1914, vol 7, P: 581*

[18] *Ibid, vol 3, pg 573.*

[19] *Encyclopedia of britanica, Hastin Batin publisher 1973.1974, vol 12, P: 487*

[20]۔ خروج: ۳ : ۹۔ ۱۲
Exodus 9: 12

[21]۔ سورۃ الصّف: ۶
Sūrat Al-Ṣaf: 6

[22]۔ متی ۱۵ : ۲۲
Matthew 15: 22

[23]۔ متی ۱۰ : ۵۔۶

Matthew 10 : 5 - 6

[24]۔ مودودی، سید ابولاعلیٰ، الجہاد فی الاسلام، ترجمان القرآن (پرائیویٹ لمیٹڈ) لاہور، ۲۰۰۵، ص:۴۳۶

Mawdūdī, Syed Abū Al-A'lā, Al-Jihād fī Islām (Tarjumān al-Qurān Lāhore, 2005), P: 436

[25]۔ متی ۵ : ۱۷۔۱۸

Matthew 5:17-18

[26]۔ یوحنا ۱ : ۱۷

John 1:17

[27]۔ یوحنا ۱۶ : ۱۲۔۱۳

John 16: 12-13

[28]۔ سورۃ المائدہ: ۱۳

Sūrat Al-Mā,edat : 13

[29]۔ سورۃ البقرۃ: ۷۵

Sūrat Al-Baqarah : 75

[30]۔ سورۃ الانعام : ۱۱۵

Sūrat Al-An'ām : 115

[31]۔ سورۃ آل عمران : ۱۹

Sūrat Aāl Imrān :19

[32]۔ سورۃ آل عمران : ۸۵

Sūrat Aāl Imrān : 85

[33]۔ سورۃ الحجر: ۹

Sūrat Al-Ḥajjar : 9

[34]۔ متی ۵ : ۳۸۔۴۴

Matthew 5: 38-44

[35]۔ سورۃ النحل : ۹۰

Sūrat Al-Naḥal : 90

[36]۔ ندوی، سید سلیمان، علامہ، سیرت النبیؐ، مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور، ۱۹۹۹، ج: ۵، ص: ۵۰

Nadvī, Syed Sulaymān, Sīrat-al-Nabī, (Maktaba Madīnat, Urdū Bazār Lāhore, 1999), Vol 5, P: 50

[37] ایضاً، ص: ۵۱

Ibid, P: 51

[38]۔ احبار ۲۴ : ۱۷

Leviticus 24:17

[39]۔ خروج: ۲۱ : ۱۲

Exodus 21 : 12

[40]۔ استثنا ۱۹ : ۲۱

Deuteronomy 19 : 21

[41]۔ گنتی ۳۵ : ۳۱

Numbers 35 : 31

[42]۔ متی ۵ : ۳۸-۳۹

Matthew 5 : 38-39

[43]۔ سورۃالبقرۃ:۱۷۸

Sūrat Al-Baqarah : 178

[44]۔ سورۃالبقرۃ:۱۷۸

Sūrat Al-Baqarah :178

[45]۔ سورۃالروم : ۳۰

Sūrat Al-Rūm : 30

[46]۔ سورۃالبقرۃ:۲۸۶

Suah Al-Baqarah : 286

[47]۔ سورۃالبقرۃ: ۱۸۵

Sūrat Al-Baqarah : 185

[48]۔ سورۃالحج : ۷۸

Sūrat Al-Ḥajj : 78

[49]۔ سورۃالمائدہ : ۶

Sūrat Al-Mā,edat : 6

[50]۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب مایکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب وعقوبۃ من عصی إمامہ، رقم الحدیث : ۳۰۳۸

Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī, Ḥadīth #3038

[51]۔ احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد ، تحقیق: شعیب الارنوط، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۲۰۰۱م، ج:۳۶، ص: ۵۴۴

Aḥmad bin Ḥanbal, Musnad-e-Aḥmad,(Mu,assisat ur Risālat Berūit, 2001), vol 36, P: 544

[52]۔ صحیح مسلم ،کتاب الفضائل، باب مباعدتہ صلی اللہ علیہ وسلم للآثام واختیارہ من المباح اسہلہ وانتقامہ للہ عند انتہاک حرماتہ، رقم الحدیث ۲۳۲۷

Ṣaḥīḥ Al-Muslim, Ḥadīth #2327

[53]۔ قاسمی، اختر امام عادل، قوانین عالم میں اسلامی قانون کا امتیاز، شعبہ تحقیق و تالیف، جامعہ ربانی منورا شریف سمھتی پور بہار، انڈیا ، ج:۱، ص:۲۰۷

Qāsmī, Akhtar Imām ʿādil, Qawānīn ʿālam me Islāmī Qānūn kā Imtiyāz, (Shoʿbat Teḥqīq wa Tālīf, Jāmiʿat Rabbānī Manora Sharīf Samhatīpūr, Behār India), Vol 1, P: 207

[54]۔ ایضًا، ص:۲۰۷

Ibid, P: 207

[55]۔ احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی ، مسند احمد، المحقق: شعیب، مؤسسۃ الرسالۃ ۲۰۰۱ م، ج:۲۵، ص:۱۵۶

Aḥmad bin Ḥanbal, Musnad-e-Aḥmad, (Mu,assisat al-Risālat Berūit, 2001), Vol 25, P: 156

[56]۔ عبد القادر عودۃ، الاسلام واوضاعنا السیاسیۃ، مؤسسۃ الرسالۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت لبنان، ۱۹۸۱، ج:۱، ص:۱۰۰

ʿbd Al-Qādir ʿwdat, Al-Islām wa Awḍāʾnā Al-Siyāsiyyat, (Mu,assisat al-Risālat, Berūit, 1981), Vol 1, P: 100

[57]۔ قاسمی، اختر امام عادل، قوانین عالم میں اسلامی قانون کا امتیاز، ج:۱، ص:۲۰۶

Qāsmī, Akhtar Imām ʿādil, Qawānīn ʿālam me Islāmī Qānūn kā Imtiyāz, Vol 1, P: 206

[58]۔ اصلاحی، امین احسن، مولانا، اسلامی قانون کی تدوین، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ، ۱۹۷۶، ص:۱۵

Islāhī, Amīn Aḥsan,Mowlānā, Islāmī Qānūn kī Tadwīn, (Markazī Anjuman Khudām-al-Qurān Lāhore, 1976), P: 15

[59]۔ قاسمی، اختر امام عادل، قوانین عالم میں اسلامی قانون کا امتیاز، ج:۱، ص: ۲۰۴

Qāsmī, Akhtar Imām ʻādil, Qawānīn ʻālam me Islāmī Qānūn kā Imtiyāz, Vol 1, P: 204

[60]۔ ایضاً، ص: ۲۱۰

Ibid, P: 210

[61]۔ سورۃ الانعام: ۱۶۴

Sūrat Al-An'ām : 164

[62]۔ صحیح البخاری ،کتاب النکاح ، باب قوا انفسکم و اھلیکم نارا، رقم الحدیث: ۵۱۸۸

Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī, Ḥadīth #5188

[63]۔ صحیح مسلم ،کتاب الاقضیۃ، باب بیان ان حکم الحاکم لایغیر الباطن، رقم الحدیث : ۱۷۱۳

Ṣaḥīḥ Al-Muslim,Kitāb al-Aqḍiyyat, Chapter: Bayān Anna Ḥukm Al-Ḥākim Lā Yughayyir Al-Bāṭn, Ḥadīth # 1713

[64]۔ اصلاحی، امین احسن، مولانا، اسلامی قانون کی تدوین، ص: ۱۴

Islāhī, Amīn Aḥsan,Mowlānā, Islāmī Qānūn kī Tadwīn, P: 14

[65]۔ قاسمی، اختر امام عادل، قوانین عالم میں اسلامی قانون کاامتیاز، ج:۱، ص: ۲۰۳

Qāsmī, Akhtar Imām ʻādil, Qawānīn ʻālam me Islāmī Qānūn kā Imtiyāz, Vol 1, P: 203

[66]۔ سورۃ المائدہ: ۴۴

Sūrat Al-Mā,edat : 44

[67]۔ سورۃ المائدہ: ۴۵

Sūrat Al-Mā,edat :45

[68]۔ سورۃ المائدہ: ۴۷

Sūrat Al-Mā,edat : 47

[69]۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات فقہ، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، ۲۰۰۵، ص: ۱۲۱

Dr. Ghāzī, Maḥmūd Aḥmad,Muḥāḍrāt Fiqh, (Al-Fayṣal Nāshrān wa Tājrān, Kutub Lāhore,2005ac), P: 121

[70]۔ وحید الدین خان، مولانا، مذہب اور جدید چیلنج، دار التذکیر، رحمان مارکیٹ غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور، ص: ۱۹۷

Waḥīd Al-Dīn Khān, Mowlānā, Mazhab Awr Jadīd Challenge,(Dār Al-Tazkīr, Raḥmān Market Ghznī Strīt Urdū Bazār Lāhore), P: 197

[71]۔ عبدالقادر عودہ، التشریع الجنائی الاسلامی، ج:۱، ص: ۲۱

ʻbd Al-Qādir ʻwdat, Al-Tashrīe Al-Janā,ī Al-Islāmī, Vol. 1, P: 21

[72]۔ قاسمی، اختر امام عادل، قوانین عالم میں اسلامی قانون کاامتیاز، ج:۱، ص: ۲۰۸

Qāsmī, Akhtar Imām ʻādil, Qawānīn ʻālam me Islāmī Qānūn kā Imtiyāz, Vol :1, P: 208

[73]۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قالہ شرعا دون ما ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم من معایش الدنیا علی سبیل الرای، رقم الحدیث: ۲۳۶۳

Ṣaḥīḥ Al-Muslim, Ḥadīth # 2363